ہلوک نور باقی، ڈاکٹر، قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، (مترجم، سید محمد فیروز شاہ گیلانی)، کراچی، انڈس پبلشنگ کارپوریشن، ۱۹۹۴ء۔

ہارون یحییٰ، اللہ کی نشانیاں عقل والوں کے لیے، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۱ء۔

۸۱۔ سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، ج ۳، ص ۹۲-۹۳۔

۸۲۔ شبیر احمد عثمانی، مولانا، اسلام کے بنیادی عقائد مع اسلام اور معجزات، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۷۶، ص ۷۸-۸۱۔

83. Miles, Thomas Richard, Religion and the Scientific Outlook, London, 1959, pp. 189-194.

84. Lawton, J.S.Dr., Miracles and Revelation, P.90

۸۵۔ احمد امین مصری، قصۃ الفلسفۃ الحدیثہ، القاہرہ، دار الکتب المصریہ، ۱۹۲۸، ج ۱، ص ۲۴۵۔

۸۶۔ عبد الباری ندوی، مولانا، "دلائل و معجزات اور عقلیات جدیدہ"، در، سیرت النبی از سید سلیمان ندوی، ج ۳، ص ۱۳۷-۱۳۸۔

# یہودی تہذیب کے عناصر ثلاثہ - ماضی اور حال کی روشنی میں

ابرار محی الدین مرزا*

بنیادی طور پر مذہبی مخلوق ہونا انسان کی ایسی خصوصیت ہے جو اسے دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتی اور اسے اشرف المخلوقات تسلیم کراتی ہے۔ اپنی ابتدا میں بھی یہ مذہبی تھا آج بھی مذہبی ہے اور آئندہ بھی مذہبی ہو گا۔ انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن(Encyclopedia of Religion) کا مصنف "Battany" یہ بات ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

> Man is in his present condition is essentially a God fearing and God worshiping creature... He has been largely the same in the past is assured and he will be so in the future is highly probable(1)

تاریخ انسانیت بھی "Battany" کی اس بات کی تائید کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ جس جس دور میں جہاں جہاں انسان موجود تھا وہاں مذہب کی کوئی نہ کوئی شکل بھی موجود تھی۔ آج کے دور کے انسان نے ماضی کے ان مذاہب کو مختلف نام دیے ہیں۔ اندھا عقیدہ(Fetishism)، مظاہر پرستی(Animism)، حیوانات کی پوجا(Totamism)، بھوت پرستی(Demonolgy)، دیوتا پرستی(Deism)، الحاد(Atheism)، ہمہ اوست(Pantheism)، شرک(Polytheism)، توحید پرستی(Monotheism)، کفر(Heathenism)۔ یہ وہ نام ہیں جو مختلف ادوار کے مختلف مذاہب کے لیے تجویز کیے جاتے ہیں۔ ان تمام مذاہب کی تفصیلات بیان کر کے ان مذاہب کی صحت وحقانیت کے متعلق "Nigosian" کہتا ہے کہ مذہب کے ان تصورات کی تشریح وتوضیح مشکل کام ہے:

> One weakness of Such theories is that they were based on speculation about pre-historice time and therefore impossible to verify(2)

یہ عجیب بات ہے کہ مذہب سے متعلق اس قسم کے مباحث صرف مغرب کی سرزمین سے ہی جنم لیتے ہیں مغرب میں ان مباحث کے جنم لینے کی بنیادی وجوہات دو ہیں:

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور، پاکستان۔

ا۔ مغرب میں ان مباحث کے جنم لینے کی پہلی وجہ وہاں مذہب وسیاست کی تقسیم کا فلسفہ ہے جس کی بنیاد بائبل کے مطابق حضرت عیسیٰ کا یہ قول ہے:

Give unto cuesar which is caesers, Give unto God which is God's (3)

اسی تقسیمی اصول کی بنا پر مذہب اور سیاست دو ایسے علیحدہ علیحدہ ضابطے تصور کیے گئے جو انسانی زندگی میں کہیں بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اس تصور کا ایک نقصان مغرب میں یہ ہوا کہ مغرب اس تقسیم کی تسلی بخش اور افادیت پر مبنی تشریح کرنے میں آج تک ناکام رہا وہ یہ نہیں بتا سکا کہ مذہب کی حدود کیا ہیں اور سیاست کی حدود کیا مذہب زندگی کے کن پہلوؤں سے بحث کرتا ہے اور سیاست زندگی کے کن شعبوں تک محدود ہے۔ اس لا ینحل بحث نے علمائے یورپ کو بنیادی طور پر چار گروہوں میں تقسیم کر دیا۔

(i) مذہب کے حامی جن میں ہلڈر برانڈ "Hilderbrand"(۱۰۸۰ء)، جان آف سالسبری "John of Salisbury"(۱۱۸۰ء) اور تھامس اکیوناس "Thoman Aequinas"(۱۲۷۴ء) مشہور ہوئے۔

(ii) مذہب/ پاپائیت کے مخالف جن میں جان وائی کلف "John Wycliff" (۱۳۸۴ء) جان ہس "John Huss"(۱۴۱۵ء) میکاولی "Machiawelli"(۱۵۲۷ء) مشہور تھے۔

(iii) جو مذہب سے ہٹ کر عقل پرستی (Rationalism) کے علمبردار تھے جس کا باوا آدم تھامس ہابس "Thomas Habbes"(۱۶۷۹ء) تھا۔

(iv) وہ جنہوں نے مذہب کے وجود کا سرے سے انکار کر دیا۔ ان میں فرانس کا والٹیئر "Voltaire"(۱۷۷۸ء) تھا جس کو ملحدوں کا امام مانا جاتا ہے

اس لایعنی بحث کا دوسرا نقصان یہ ہوا کہ مغرب مذہب کے دو حقیقی فرائض (افادیاتی پہلو (Utilitarian Aspect) اور جمالیاتی پہلو (Aesthetic Aspect) سے محروم ہو کر اپنے معاشرے کو تباہ کر بیٹھا۔ مذہب کے یہی دو فرائض ایسے ہوتے ہیں جو فرد اور معاشرہ دونوں کو ہر قسم کے بگاڑ سے تحفظ فراہم کرتے اور دونوں کے باہمی معاملات میں ایک حسین توازن پیدا کر کے معاشرے میں ایک اعتدال پیدا کرتے ہیں۔ ایک فرد جب دوسرے اپنے جیسے فرد کی مشکل

میں مدد کرتا ہے اور اس کی مشکل دور کر دیتا ہے تو دوسرے فرد کی مشکل کشائی مذہب کا افادیاتی پہلو سے اور مدد کرنے والے کے لیے آخرت میں اجر کا تصور مذہب کا جمالیاتی پہلو ہے۔

۲۔ مذہب سے متعلق مباحث کے سلسلے میں مغرب کا دوسرا اور اصل المیہ یہ ہے کہ وہاں کی سرزمین نے کسی مذہب کو جنم نہیں دیا جس کا اقرار سموئیل پی ہنٹگٹن نے ان الفاظ میں کیا ہے:

The west however has never generated a major religion. The great religion of the world are all products of Non-western civilization(4).

مذہب اور فلسفہ مذہب کو جنم دینے سے عاری اس سرزمین میں موجود تین بڑے مذہب یہودیت، عیسائیت اور پھر اسلام۔ باہر سے آنے والے ان مذاہب میں یہودیت اور عیسائیت کی سب سے بڑی خامی یہ تھی اور ہے کہ یہ اپنی اپنی تاریخ کے کسی بھی دور میں اپنے ماننے والوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں اپنے افادیاتی اور جمالیاتی پہلوؤں کی بنیاد پر حسن معاشرت پیدا نہ کر سکے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں مذاہب ان دونوں خصوصیات سے خالی تھے اور ہیں۔ یہودیت کا تصور پسندیدہ لوگ (chosen peaple) اور عیسائیت کے عقیدۂ کفارہ (Atonment) اور بپتسمہ (Babtism) نے دونوں مذاہب میں مذکورہ پہلو بیدار ہی نہیں ہونے دیئے۔ مذہب اور فلسفہ مذہب سے بیگانگی اور مذہب سے متعلق مذکورہ مباحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ مغرب انسانی زندگی میں نہ مذہب کے کردار کا تعین کر سکا اور نہ ہی اپنی قائم کردہ مذہبی تعبیرات سے ہٹ کر مذہب کے "Origin" کے بارے میں سوچ سکا اور یوں اپنے تہذیبی انجام کی طرف تیزی سے جارہا ہے جس کا اقرار سموئیل جیسے متعصب یہودی مصنف کو بھی ہے۔(۵)

آج کا دور عالمگیریت "Globalisation" کا دور ہے انسانی معاشرہ کو نت نئی ایجادات نے اتنا سکیڑ دیا ہے کہ انتہائے مغرب میں بیٹھا ہوا انسان انتہائے مشرق میں بیٹھے ہوئے انسان سے اسی طرح بات کر رہا ہے جس طرح آمنے سامنے بیٹھے لوگ کر لیتے ہیں۔ مہینوں کے سفر گھنٹوں میں ہونے لگے ہیں۔ ناممکن ممکن ہو رہا ہے۔ اس دور کے یہ مثبت پہلو یقیناً قابل فخر ہیں لیکن اس قابل فخر کے ساتھ ساتھ اگر مختلف خطوں کے انسانوں میں باہم ملنے جلنے سے تعلقات میں قربتیں پیدا ہوتیں، قوموں اور افراد کے درمیان اخلاقیات بہتر ہوتیں، امیر ممالک غریب ممالک کا سہارا بنتے، تعلیم یافتہ معاشرے غیر تعلیم یافتہ معاشروں کو علم کی روشنی سے منور کرتے تو بات تھی مگر افسوس ایسا نہیں ہوا۔ علم پر اجارہ داری قائم ہو گئی یاد رہے کہ

یورپ اور امریکہ کی لیبارٹریوں میں جہاں جہاں سلیکان "Silicon" پر کام ہو رہا ہے وہاں پاکستان، ایران، شام، لیبیا اور یمن کے طلبا کا داخلہ تک بند ہے۔ چھوٹے چھوٹے ممالک کا مالی استحصال ہوتا ہے اور ان کی دولت کو مختلف حیلے بہانوں سے یورپ اور امریکی بینکوں میں اکھٹا کیا جاتا ہے اس سلسلے میں تفصیلات جاننے کے لیے "Alizbeth leigon" کی کتاب "Excession force: Power, Politices and Population Control" اور "John Parkanz" کی "Confessions of an economic Hitman" پڑھ لی جائیں تو رونگٹے کھڑے کر دینے والے انکشافات سامنے آتے ہیں اور پتہ چلتا ہے کہ کس طرح عالمی سطح پر امریکہ چھوٹے ممالک کا استحصال کرتا اور اپنے مذموم مقاصد کے لیے وہاں قتل و غارت گری کراتا ہے امریکہ کی سیاسی اور معاشی برتری کو عالمی امن کے قیام کے لئے ضروری سمجھا جانے لگا جیسا کہ ہنری کسنجر نے کہا ''ایک طاقت کی حتمی سلامتی باقی ساری حتمی غیر سلامتی ہے اسکا حصول صرف فتح سے ممکن ہے جز فیصلوں سے ایسا کبھی نہیں ہوتا (۶) اس فلسفہ کے تحت ملک غیر محفوظ کئے گئے جبکہ اندرونی طور پر ان معاشروں میں آزادی کے نام پر اخلاق باختگی نے ایسے پنجے گاڑے کہ ان ممالک میں خاندانی نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا اور فرانس میں تو تقریباً ختم ہو گیا جس کو بحال کرنے کی خاطر حکومت فرانس مختلف اقدامات کر رہی ہے۔ یہ ساری صورتحال نتیجہ ہے یورپ کی اس ''تہذیبی برتری'' کا جس کے پس پردہ یہودیت کام کر رہی ہے اور جس کی وجہ سے علامہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ یورپ کی جان پنجہ یہود میں ہے اور جو گذشتہ صدی میں یہودی عیسائی گٹھ جوڑ کے نتیجہ میں اسرائیل کے نام سے ایک سٹیٹ کی شکل میں بھی وجود میں آ چکی ہے اور جو پوری طرح مغرب کے معاش اور میڈیا پر چھائی ہوئی ہے یہودیت بلاشبہ مغرب کے مادی ارتقاء کے ساتھ ساتھ اُس کی تہذیبی زوال پذیری کی بھی ذمہ دار ہے ہمارے اس دعوی کا ثبوت یہودیت کے ماضی اور یہودی لٹریچر کی صورت موجود ہے جس کا ایک خاکہ پیش خدمت ہے

یہودیت اگر چہ آج ایک مذہب کا نام ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ حضرت یعقوب ں جن کا عبرانی نام اسرائیل تھا کے بارہ بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا نام تھا۔ وہ بارہ بیٹے یہ تھے۔ روبن، سمعون، لادی، یہوداہ، دان، نفتالی، جد، آشر، آشکار، زبلون، یوسف، بن یامین۔ ان سب کی اولاد بنی اسرائیل یعنی اسرائیل (یعقوب) کے بیٹے کہلاتی تھی۔ تاہم آج ان سب سے منسوب سب کو اصطلاحا یہودی کہہ دیا جاتا ہے۔ اور ان کے مذہب کو یہودیت۔

قوموں کا کلچر ان کے مذہبی افکار کے حوالے سے جانا جاتا ہے۔ اس بنا پر تہذیبوں اور معاشروں کو زیر بحث لاتے

ہوئے ہندو تہذیب، یہودی تہذیب، عیسائی تہذیب اور اسلامی تہذیب جیسی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔ مذہب کا حوالہ درمیان میں نہ ہو تو تہذیب کا تعمیلی پہلو خام رہ جاتا ہے۔

یہودی تہذیب بھی یہودی مذہبی لٹریچر کے حوالے سے جانی جاتی ہے۔ اس مذہب اور اس کے زیرسایہ پروان چڑھنے والی تہذیب اپنی تاریخ کے کسی بھی موڑ پر بنی نوع انسان کے لیے اپنے اندر افادیاتی پہلو (Utilitarian aspect) اور جمالیاتی پہلو (aesthetic aspect) پیش نہیں کرسکی بلکہ اس کے برعکس یہ مذہب اپنی تہذیب کی شکل میں دنیا کو تین ایسی چیزیں دے پایا ہے جو کبھی بھی قابل فخر ثابت نہیں ہوسکیں اور وہ ہیں (i) نسلی تفاخر، (ii) مذہبی تشدد، (iii) اخلاقی بدکرداری۔ یہ تین چیزیں ماضی میں بھی یہودی معاشرہ کا حصہ رہی ہیں اور آج بھی مغربی تہذیب کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ یہ تہذیب جہاں بھی ظاہر ہوگی انسانیت کو یہی کچھ ''تحفے'' پیش کرے گی۔ یہودی تہذیب کی بنیاد دو اقسام کی مذہبی کتب پر ہے:

(i) بائبل کا عہد نامہ قدیم (Old testament) جو پروٹسٹنٹ بائبل میں 39 اجزا پر مشتمل ہے۔ کیتھولک بائبل 46 جز پر محیط ہے اور ایسٹرن یونانی چرچ کی بائبل کے 52 اجزا ہیں جبکہ یہودی عہد نامہ 24 کتب پر مشتمل ہے۔ اجزا کے اس اختلاف کے باوجود عہد نامہ قدیم کے پہلے پانچ اجزا تورات کہلاتے ہیں اور متفق علیہم ہیں۔

(ii) دوسرا مذہبی لٹریچر تالمود (Talmud) کے نام سے جانا جاتا ہے جو ان کے فقہی/قانونی مواد پر مشتمل دس ضخیم جلدوں میں ہے۔ اس کو تورات کے برابر کا درجہ حاصل ہے۔ اس کے علاوہ ان کا تصوف پر مبنی لٹریچر بھی ہے۔ یہ سارا یہودی لٹریچر سب سے پہلے یہودی قوم میں نسلی برتری پیدا کرتا ہے اور ان کے ذہنوں میں خدا کی سب سے زیادہ پسندیدہ قوم ہونے کا تصور بٹھاتا ہے چنانچہ تالمود کہتی ہے:

It was a cordinal dogma that Israil was the chosen people(7)

اس برتری کی وجہ یہ ہے کہ دیگر اقوام نے تورات کو قبول کرنے سے انکار کردیا تھا۔ لیکن بنی اسرائیل نے اس کو قبول کرلیا اس بنا پر یہ پسندیدہ قوم کہلائی۔ اس سلسلے میں تالمود کا بیان ہے کہ

Because all the peoples repudiated the tarah and refused to recieve it, but Israel agreed and choose the Holy one blessed be He and torah(8)

پسندیدہ قوم ہونے کے حوالے سے بنی اسرائیل کی مدد کرنا خدا کی مدد کرنے کے مترادف ہے اور اسرائیل کی مخالفت کرنا خدا کی مخالفت کرنے کے برابر ہے۔

Whoever rises up against Israel is a though he rose against the Holy one, blessed be. He, whoever helps Israel is a though he helped the Holy one(9)

اللہ کی پسندیدہ قوم ہونے کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ دنیا پر حکمرانی کا حق صرف اسی قوم کو ہے:

The ideal of the religion of the Rabbies was the entention of God's Kingship over all the peoples of the world and jews had a constant reminder of it in the regulation(10)

یہودیوں کی اس عالمی حکمرانی کے لیے ان میں ایک نجات دھندہ پیدا ہوگا جسے بائبل (Your King) اور تالمود مسیح (Messiah) کہتی ہے۔ بائبل کے مطابق وہ یہودیوں کی عالمی حکمرانی قائم کرے گا جو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہوگی۔

He will proclaim peace to the nations. His rule will entend from sea to sea and from the river euphrates to the end of the earth(11)

اس مسیحا کو اقتدار خدا کی طرف سے سونپا جائے گا اور یہودیوں کی عالمی وحدت بھی قائم ہوگی۔

Chief of all Israel be blessed by the coming of Messiah. His opperassim by a hostile world will end and he will be restered to the position of eminence designed for him by God(12)

وہ مسیح یروشلم کے شہر کو قیمتی پتھروں سے تعمیر کریگا۔

He will rebuild jerusolam with sappthires(13)

یہ تو یہودیوں کی دنیاوی برتری ہے آخرت میں بھی وہ دیگر اقوام سے برتر ہوں گے اور ہر اسرائیلی نبی کی حیثیت سے اُٹھایا جائے گا۔

In the world to come all Israel will be Prophets(14)

آخرت کے دن بھی اس قوم کی برتری قائم رہے گی۔ اللہ تعالیٰ قوموں کے درمیان انصاف بنی اسرائیل کے

بزرگوں کے درمیان بیٹھ کر کرے گا۔

In the hereafter the Holy one, blessed be He, will sit and angels will set thornes for te great men of Israel who will seated upon, them the Holy one blessed be He, will sit with the elders of Israel like a presedent of a Beth Din and judge the gentile nations(15).

قیامت کے دن تمام اسرائیلی جنتی ہوں گے اور کسی اسرائیلی کو حضرت ابراہیم ں جہنم میں نہ جانے دیں گے۔

In the hereafter Abraham will sit at the entrance of Gehinnom and will not allow any circumcised Israelite to descend into its(16).

قارئین کرام! قومی بزرگی اور برتری کا ایک ایجابی پہلو تو یہ ہے کہ جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس قومی برتری کا سلبی پہلو یہ ہے کہ یہودی دوسری قوموں کے بارے میں بڑے منفی جذبات رکھتے ہیں اس سلسلے میں چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

غیر یہودی کو قتل کرنا سانپ کو مارنے کے برابر ہے۔

Kill the best of the Gentile crush the head of the best of snakes(17).

یہودی کے مقابلے میں غیر یہودی انصاف کا حق دار نہیں ہے۔

When an Israelite and a gontile are the parties to suit. If it is possible to give the former the judgmet according to jewish code of law, do so and tell him that such is our law, if he can be given judgement according to the gontile code of law, do so and tell the non-jew that such is his law. If neither code is of avail, use a subterfuqe (18).

دنیا ہی نہیں بلکہ آخرت میں جنت بھی صرف اسرائیلیوں کی خاطر بنائی گئی ہے۔

Heaven and earth were only created through the merit of Israel(19).

چونکہ جنت یہودیوں کے لیے ہے اس لیے کوئی غیر یہودی جنت میں نہ جائے گا۔

No gentile will have a share in the world to come(20)

جس قوم کی نظر میں دیگر قوموں کا مقام اس قدر پست اور رسوا کن ہو اس قسم کی ''عالی النسل'' قوم سے یہ توقع کیونکر رکھی جا سکتی ہے کہ وہ دیگر اقوام کے بارے میں مساوات و مواساۃ اور عدل و انصاف کے اصولوں پر کاربند رہے گی

چنانچہ یہودی لٹریچر کے مطابق یہودیوں نے کبھی بھی دیگر اقوام کے ساتھ مبنی بر انسانیت سلوک روا نہیں رکھا بلکہ دیگر اقوام کے بارے میں ہمیشہ تشدد، دہشت گردی اور قتل و غارت کا رویہ اپنایا ہے۔ ماضی بعید میں ان کے ہاتھوں کو ان کے اپنے انبیا (حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور بقول ان کے حضرت عیسیٰ) کا قتل اس قوم کی متشددانہ ذہنیت کی پوری پوری عکاسی کرتا ہے جبکہ قریب میں اسرائیل کے قیام کے سلسلہ میں تقسیم ترکی کے شرمناک معاہدہ جسے تاریخ Sykes Picot Agrement 1916 کے نام سے جانتی ہے سے لیکر ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں حاصل کردہ عرب علاقوں پر آج تک قبضہ، لبنان پر بوقت ضرورت فوج کشی، غزہ کے محصورین پر ظلم و بربریت اور انسانی بنیادوں پر فریدم فلوٹیلا وغیرہ کی شکل میں ان کی مدد کے لئے جانے والے بحری جہازوں پر قبضہ، اسرائیل کے اندر یہودی متشدد تنظیموں کا وجود اور اس کے ہاتھوں اسرائیلی وزیر اعظم رابن کا قتل، عراق پر امریکی فوج کشی، ماضی میں گوروں کے ہاتھوں امریکہ میں ۳۰۰ ملین ریڈ انڈینز کا خاتمہ، امریکہ میں کینڈی کا قتل، جاپان پر دوایٹمی حملے، دو جنگ عظیم میں کروڑوں انسانوں کا قتل یہ سب دہشت گردی اس قوم کی ذہنیت کا شاخسانہ ہے۔ ویبسٹر نیوڈکشنری (webster' s New Dictionary) اس قسم کے رویے کو دہشت گردی کا مفہوم ان الفاظ میں دیتی ہے۔

> Terorism from French 18 century is the term commonly used to the calculated use of violance or the threat of violence against the civilian population usually for the purpose of obtaining political or religious goal (21)

''دہشت گری ۱۸ صدی عیسوی کی ایک فرانسیسی اصطلاح ہے جو کہ دھمکی کی شکل میں عام شہری آبادی کے خلاف سیاسی یا مذہبی مقاصد حاصل کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے''۔ جبکہ ورلڈ بک انسائیکلوپیڈیا (the worldbook Encyclopedia) بھی اس قسم کے طرز عمل کو ان الفاظ میں دہشت گردی (Terrorism) قرار دیتا ہے۔

> Terrorism is the use of or threat of violance to create fearness. Most terrorist commit crimes to support political causes(22).

ان تعریفوں کے مطابق ایسا طرز عمل جو انسانی معاشرے میں خوف کی فضا پیدا کردے تشدد کہلاتا ہے۔ خوف پیدا کرنے والا یہ طرز عمل مذہبی بھی ہوسکتا ہے سیاسی بھی اور معاشی بھی، یہ تشدد پیدا کرنے والی قوت افراد کا گروہ بھی ہوسکتا ہے اور کوئی طاقتور ریاست بھی۔ تاہم یہ تعریفیں تشدد کا مفہوم واضح نہیں کرتیں۔ ان تعریفوں کی رو سے ایک فرد اپنے رویے کی بنا پر

اگرکسی ایک قوم کے لیے دہشت گرد تھا تو یہی فرد اپنی قوم کا ہیرو بھی تھا۔سکندرِ اعظم، نپولین، ہٹلر، چنگیز خان، ہلاکو خان، بش جونئیر یہ اگر لاکھوں انسانوں کے قاتل ہونے کی بنا پر دیگر اقوام کے لیے دہشت گرد ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی قوم کے ہیرو بھی تھے۔بش امریکیوں کے نزدیک دہشت گرد نہ تھا۔جبکہ وہ مسلم دنیا کے مطابق دہشت گرد تھا۔ہٹلر یہودیوں کے لیے دہشت گرد تھا تو وہ جرمن قوم کا ہیرو بھی تھا۔اس صورت حال میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ اگر طاقت اور قوت کے بیدردانہ استعمال کا نتیجہ مجموعی طور پر تمام بنی نوع انسان کے لیے مثبت نتائج پیدا کرے تو اسے دہشت گرد قرار نہیں دیا جاسکتا۔اور اگر طاقت اور قوت کا استعمال عالمگیر برادری کے امن کو تہ و بالا کر دے قومیں سیاسی اور معاشی طور پر غیر محفوظ ہو جائیں اور عالمی اخلاقی صورتحال شرمناک ہو جائے تو کون احمق ہے جو اس صوتحال کو دہشت گردی نہ کہے گا۔یہودیت کے مطابق طاقت کے استعمال نے نہ اُن کی تاریخ میں نبی نوع انسان کے حق مین مثبت نتائج پیدا کئے تھے نہ آج پیدا کر رہی ہے۔

یہودی قوم کی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اس قوم کی تاریخ تمام بنی نوع انسان کے لیے ہی نہیں خود یہودیوں کے لیے بھی خوف اور اذیت کا باعث بنی ہے۔اس قوم کی تاریخ کا المیہ یہ ہے کہ اس کی تاریخ سیاسی، مذہبی، معاشی اور اخلاقی غرضیکہ ہمہ قسم کی دہشت گردی کا مرقع ہے۔بائبل کا مطالعہ بتاتا ہے کہ نہ صرف یہودی قوم بلکہ انبیاً بنی اسرائیل بھی اس دہشت گردی میں ملوث رہے ہیں (بائبل کے اس بیان سے ہم مسلمان متفق نہیں ہیں نبی کسی بھی قوم کا ہو دہشت گرد نہیں ہوتا)۔اس سلسلے میں بائبل کی چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

خدا نے موسیٰ کو مدیانیوں کے قتل کا حکم دیا اللہ کے اس حکم کی تعمیل موسیٰ نے کیسے کی اس بارے میں بائبل بتاتی ہے کہ ''اور جیسا کہ خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا اس کے مطابق سب مدیانی مردوں کو قتل کیا گیا۔اور بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا ان کے چوپائے اور مال واسباب سب لوٹ لیے ان کی چھاد نیوں کو جلا دیا یہ سارا مال غنیمت اور اسیر لے کر موسیٰ کے پاس آئے۔اسیروں کو دیکھ کر موسیٰ ناراض ہوا۔ان (اسیروں میں) سب بچوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور مردوں کا منہ دیکھنے والی عورتوں کو قتل کیا گیا اور مردوں کا منہ نہ دیکھنے والی لڑکیوں کو انہوں نے اپنے لیے زندہ رکھا۔پھر وہ لوگ جنہوں نے کسی کو قتل کیا یا مقتول کو چھوا تھا ان سب کو موسیٰ نے حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو پاک کریں۔آگ پر پگھلنے والی چیزیں آگ میں ڈال کر پگھلا کر پاک کی گئیں۔کپڑے دھو کر پاک کیے گئے یوں

سب پاک ہوئے (۲۳)۔

۲۔ حضرت موسیٰ اپنی آخری تقریر میں اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب تیرا خدا تجھ کو اس ملک میں جس پر قبضہ کرنے کے لیے جا رہا ہے پہنچا دے اور تیرے آگے سے ان بہت سی قوموں کو یعنی ح یت حتیوں، جرجاسیوں، اموریوں، کنعانیوں، فرزیوں، حویوں اور یہودیوں کو جو ساتوں قومیں تجھ سے بڑی بڑی اور زور آور ہیں نکال دے......اور تو ان کو مارلے تو تو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا نہ ان سے کوئی عہد باندھنا نہ ان پر رحم کرنا۔ ان کے مذبحوں کو ڈھا دینا۔ ان کے ستونوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اور ان کی سیرتوں کو کاٹ ڈالنا۔''(۲۴)

اس قسم کی عبارت استثنا باب ۲۰ ۱۰-۲۰ میں بھی ہے جس میں کسی ذی نفس کو جیتا نہ چھوڑنے کا حکم ہے۔

۳۔ حضرت موسیٰ کے بعد حضرت یوشع ں (یسوع) جانشین ہوئے تو انہیں بھی فتوحات کا حکم ہوا۔ چنانچہ یہ ریحو (اریحا) کی فتح کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے بائبل کہتی ہے: ''انہوں نے ان سب کو جو شہر میں تھے کیا مرد اور کیا عورتیں کیا جوان کیا بڈھے کیا بیل کیا بھیڑ کیا گدھے سب کو تلوار کی دھار سے نیست کر دیا (۲۵)۔

۴۔ اسی کتاب یشوع میں ہے کہ یشوع (جو نبی تھے) نے عی اور بیت ایل میں کوئی مرد باقی نہ رکھا شہر کو آگ لگا دی یہاں تک کہ کسی کو نہ باقی رکھا نہ بھاگنے دیا اسی دن عورت اور مرد جو رہ گئے بارہ ہزار تھے (۲۶)۔

۵۔ حضرت داؤد سے پہلے یہودیوں پر ایک دور آیا جسے قاضیوں کا دور کہا جاتا ہے۔ اس دور میں سمسون نامی ایک نبی تھے۔ سمسون نبی نے اپنے دشمنوں کو صفوں کو کیسے آگ لگائی۔ دہشت گردی اور سفاکی کا یک نیا انداز بائبل یوں بیان کرتی ہے:

''سمسون نے جا کر تین سو لومڑیاں پکڑیں ان کی دموں سے دمیں ملا کر ان میں ایک ایک شعل باندھی پھر ان مشعلوں کو آگ لگا کر فلستیوں کے کھڑے کھیتوں میں چھوڑ دیا اور یوں......ان کے باغوں کو جلا دیا'' (۲۷)۔

اس پر جب فلستیوں نے انتقام لینے کی کوشش کی تو خدا کی مدد سے سمسون نے گدھے کے جبڑے کی ہڈی سے ایک ہزار آدمیوں کو مار دیا (۲۸)۔

۶۔ داؤدں نے صبوریوں، جزریوں اور عمالیقیوں پر حملہ کیا......داؤدں نے اس سرزمین کو تباہ کرڈالا عورت اور مرد کسی کو جیتا نہ چھوڑا اور ان کی بھیڑ بکریاں، بیل گدھے سب کچھ لوٹ لیا (۲۹)۔

۷۔ حضرت داؤدں کے سسر ساؤل جو کہ بنی اسرائیل کے بادشاہ تھے کو حضرت داؤدں نے پیغام بھیجا کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح داؤد سے کردے جس پر ساؤل نے شرط رکھی کہ وہ دوسو فلستیوں کی ختنے کی کھلڑیاں (انگریزی نسخوں میں لفظ "forskins" استعمال ہوا ہے جس کا معنی ختنے کی کھلڑیاں ہیں جبکہ مترجمین نے صرف کھلڑیاں ترجمہ کیا ہے) لاکردے وہ اپنی بیٹی کا نکاح داؤد سے کردے گا۔ بائبل کے بیان کے مطابق ساؤل نے یہ شرط اس لیے رکھی تھی تاکہ داؤد فلستیوں کے ہاتھوں مارا جائے اور معاملہ ختم ہوجائے لیکن ہوا یہ کہ داؤد نے دوسو فلستی قتل کیے اور ان کے ختنوں کی کھلڑیاں لاکر بادشاہ کو دیں تو بادشاہ نے اپنی بیٹی میکل داؤد کو بیاہ دی اس کے باوجود بھی ساؤل داؤد کو قتل کرانے کے درپے رہا (۳۰)۔ہم مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق ایک اوالعزم نبی صرف اپنی شادی کی خاطر دو سو افراد کو قتل نہیں کرسکتا ہم نے بائبل کا بیان صرف نقل کیا ہے اس کی تائید نہیں کی جاسکتی۔

۸۔ دور قضاۃ میں جلعاد نامی قاضی (حکمران) جس کے تیس بیٹے تھے جن میں ایک کا نام افتاح تھا۔ اس افتاح نے بیالیس ہزار افرائیمی اپنے اقتدار کی خاطر قتل کیے (۳۱)۔

یہ آٹھ بیانات ظاہر کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے انبیاء موسیٰ، یشوع، داؤد اور قاضی افتاح نے ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو قتل کیے ان کے بچے اور عورتیں قتل کیے ان کے جانور اس دہشت گردی سے نہ بچے۔ اس سے بڑی خوفناک دہشت گردی کیا ہوسکتی ہے۔

بائبل کے مطابق دیگر اقوام کے بارے میں ان کے انبیاء کا طرز عمل یہ تھا۔ ان کے انبیاء اس قوم کی خاطر یہ دہشت گردیاں کرتے رہے۔ اس قوم کی ان خدمات جلیلہ کے باوجود بھی یہ انبیاء اس قوم کی دہشت گردی سے محفوظ نہ رہ سکے۔

اس قوم نے اپنے نبیوں کو صرف اس بنا پر قتل کیا کہ وہ ان کو برائیوں سے روکتے تھے۔ حنانی نامی نبی صرف اس بنا پر قید کیے کہ وہ انہیں راہ راست پر رکھنا چاہتے تھے (۳۲)۔

اس قوم کے ایک حکمران اخی اب (Ahab) نے اسی بنا پر (برائیوں سے روکنا حضرت الیاس کو قتل کرنے کی

کوشش کی۔اس بادشاہ نے ایک اور نبی میکایاہ کو جیل میں ڈالا (۳۳)۔

۔ حضرت زکریاں کوان کے بادشاہ یوآس (Joosh) نے عین ہیکل سلیمان کے سامنے سنگسار کرایا (۳۴)۔

حضرت یحییٰ (یوحنا) کو یہودیہ کے بادشاہ ہیرود (Herod) نے اپنی غیر منکوحہ بیوی کے حکم کی تعمیل میں قتل کرایا اور آپ کا کٹا ہوا سر تھال میں رکھ کر اس کے حضور پیش کیا (۳۵)۔

حضرت عیسیٰ کا قتل (انجیل متی کے مطابق مسلمان اس سے قطعی متفق نہیں ہیں) یہودی عیسائی روایات کا متفقہ بیان ہے (۳۶)۔

سید مودودیؒ تالمود کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ بخت نصر بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر جب ہیکل سلیمان میں داخل ہوا تو عین قربان گاہ کے سامنے اس نے دیوار پر تیر کا ایک بڑا نشان دیکھا اس بارے میں جب اس نے یہود کے مذہبی چودھریوں سے ان تیر کے نشانوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں ے برملا کہا کہ ہم نے یہاں زکریا نبی کو قتل کیا تھا (۳۷)۔

ایک یہودی پروفیسر "Schon Field" نے ۱۹۶۵ء میں حضرت عیسیٰ کی شخصیت اور ان کے قتل کے اقرار میں ایک کتاب لکھی جس کا نام "The Passover Plot" ہے ۲۰۰۵ء میں اس کا چالیسواں ایڈیشن شائع ہوا جس سے یہودیوں میں اس کتاب کی قبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ جس میں وہ بڑی ڈھٹائی سے حضرت عیسیٰ کے قتل کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ان کے نبی ہونے کا بھی انکار کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

> He was not than man. He was at the very least a most enceptional man, who pleased his own indelible stamp on the story of human experience and achievement (38)

افسوس عیسائی دنیا کو یہ اندازہ نہیں کہ اس نے خود اپنے محسنوں (انبیاء) پر تشدد کرنے والی قوم کو عالم انسانیت پر مسلط کر کے انسانیت پر کتنا ظلم کیا ہے۔

رابرٹ بریفالٹ (Robret Brefault) کہتا ہے کہ: ”تاریخ کی تقویم میں جو جرائم سب سے زیادہ پست، ذلیل اور بے دردانہ سمجھے جاتے ہیں وہ سب کے سب نیک عزائم اور دیانتدارانہ مقاصد سے وابستہ تھے۔ یہ نیک آدمی ہی

ہوتے ہیں جو کل انسانیت کے مکروہ خطرناک دشمن اور اس کے بلند ترین مفادات کے تاریخ ترین غدار ہوتے ہیں (۳۹)۔

بریفالٹ کا یہ جملہ دنیا کے ہر مجرم اور اس کے جرم پر صادق آ سکتا ہے مگر انبیا جیسی مقدس ومحترم جماعت کے افراد کے قتل پر بھی صادق نہیں آتا۔ یہ اخلاقی زوال کیوں واقع ہوتا ہے۔ بریفالٹ نے اس کی کوئی توجیہہ پیش نہیں کی ہے۔ تاہم سید مودودی نے اس اخلاقی زوال کا ایک پہلو یہ بیان کیا ہے کہ اپنے منفی کردار کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اعلیٰ ترین کرداروں کو منفی رنگ میں پیش کیا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ جب اعلیٰ ترین کردار کے لوگ بھی بدکرداریوں سے محفوظ نہ تھے تو ہم عام لوگ بدکرداری سے کیوں محفوظ رہ سکتے ہیں۔ چنانچہ ہندوؤں کے زوال پر بات کرتے ہوئے سید صاحب لکھتے ہیں:

''ہندوؤں میں جب اخلاقی انحطاط انتہا کو پہنچ گیا تو وہ لٹریچر تیار ہوا جس میں دیوتاؤں، رشیوں، منیوں اور اوتاروں کی غرض جو بلند ترین آئیڈیل قوم کے سامنے ہو سکتے تھے ان سب کی زندگیاں بداخلاقی کے تارکول سے سیاہ کر ڈالی گئیں تا کہ کہا جا سکے کہ جب ایسی عظیم الشان ہستیاں ان نتائج میں مبتلا ہو سکتی ہیں تو بھلا ہم معمولی فانی انسان ان میں مبتلا ہوئے بغیر کیسے رہ سکتے ہیں جب یہ افعال اتنے اونچے مرتبے والوں کے لیے بھی شرمناک نہیں ہیں تو ہمارے لیے کیوں ہیں'' (۴۰)۔

اخلاقی زوال کی یہ صورت حال یہودیوں کی تاریخ میں بھی پائی جاتی ہے اس کا ذکر سید صاحب نے یوں کیا ہے۔

''یہودیوں کا حال یہ تھا کہ جب وہ ذہنی اور اخلاقی پستی میں مبتلا ہوئے تو پچھلی تاریخ میں جن جن لوگوں کی سیرتیں ان کو بلندی پر چڑھنے کا سبق دیتی تھیں ان سب کو وہ نیچے گرا کر اپنے مرتبے پر لے آئے تا کہ اپنے لیے اور گرنے کا بہانہ پیدا کر سکیں'' (۴۱)۔

یہ ایک غیر متنازعہ حقیقت ہے کہ انسان اور اخلاق لازم وملزوم ہیں شرم حیا، امانت و دیانت، سچ وجھوٹ، ایثار و قربانی انسانی سوسائٹی کے وہ تصورات ہیں جن کا حیوانی دنیا میں بھی کبھی گزر نہیں ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ اگر یہ اخلاقی ضابطے معدوم ہو جائیں تو انسانی معاشرہ انسانوں کا نہیں بلکہ ایک انسان نما مخلوق کا معاشرہ بن جاتا ہے۔ انسانی معاشرے کا اصل ارتقا اخلاقی ارتقاء ہوتا ہے نرا مجرد مادی ارتقا رواجا ارتقا کہلاتا ہے حقیقی ارتقا نہیں ہوا کرتا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مادی ارتقا کے بغیر معاشرہ چلتا رہتا ہے لیکن اخلاقی ارتقا کا عمل رک جائے تو قومیں ختم ہو جایا کرتی ہیں گویا انسانوں کا تہذیبی قتل

انسانوں کے لیےان کے جسمانی قتل سے زیادہ خوفناک ہوتا ہے۔

یہودی تاریخ بتاتی ہے کہ اس قوم نے انسانیت کے خلاف اخلاقی دہشت گردی شروع کی ہے اور یوں بنی نوع انسان کے اخلاقی قتل کی بھی مجرم بنی ہے۔ اخلاقی ضابطوں کا سب سے بڑا پیمانہ انبیاء کی زندگیاں ہوتی ہیں۔ یہودی تاریخ بتاتی ہے کہ اپنی بدکرداریوں کو سند جواز فراہم کرنے کے لیے اس قوم نے اپنے انبیاء کے کرداروں کو منفی انداز میں پیش کیا ہے۔ اس اخلاقی دہشت گردی کے شواہد بائبل سے ملاحظہ ہوں:

۱۔ بائبل کی کتاب یسعیاہ میں لکھا ہے ''کاہن اور نبی اس قدر نشہ کرتے ہیں کہ نشے میں غرق ہو کر جھومتے ہیں وہ رویا میں خطا کرتے ہیں اور عدالت کرنے میں لغزش کرتے ہیں (۴۲)۔

۲۔ بائبل کے جز سلاطین اوّل کے مطابق دو نبیوں نے باہم ملاقات کی جس میں ایک نبی نے دوسرے نبی کو جھوٹی وحی کا بہانہ بنا کر اس کو کھانا کھلایا جبکہ کھانا کھانے والے نبی کو اللہ کا حکم تھا کہ اس نبی کے ہاں کھانا نہیں کھانا۔ اس کی سزا کھانا کھانے والے نبی کو یہ ملی کہ واپسی پر اس کو ایک شیر نے پھاڑ کھایا۔ میزبان نبی کو علم ہوا تو وہ اس کی لاش کو ماتم کی غرض سے گھر اُٹھا لایا (۴۳)۔ عجیب قصہ ہے کہ خدا دو نبیوں کے درمیان فرق روا رکھتا ہے جبکہ دونوں نبی ایک ہی دور کے ہیں۔ پھر خدا کی طرف سے اس جرم کی اتنی بڑی سزا نبی کو ملتی ہے کہ انبیاء کی تاریخ میں کسی نبی کو ایسی سزا نہیں دی گئی انسانیت کو صبر و شکر کی تعلیم دینے والا ماتم بھی کرتا ہے پھر یہ کہ جب اللہ کی طرف سے کسی کو ایسی سزا ملتی ہو تو اس مرنے والے کے ساتھ یہ حسن سلوک دوسرا زندہ نبی کیسے کر سکتا ہے ایک نبی کو اتنی بڑی سزا جبکہ دوسرا نبی سزا سے بالکل بے فکر۔

۳۔ بائبل کے مطابق نبی زنا کار، جھوٹا اور احمق بھی ہو سکتا ہے چنانچہ بائبل کے جز یہ یسعیاہ میں ہے اللہ کہتا ہے ''میں نے سامریہ کے نبیوں میں حماقت دیکھی ہے انہوں نے بعل کے نام سے نبوت کی ہے۔ اور میری قوم اسرائیل کو گمراہ کیا ہے میں نے یروشلم کے نبیوں میں ایک ہولناک بات دیکھی ہے وہ زنا کار، جھوٹ کے پیرو اور بدکاروں کے حامی ہیں (۴۴)۔

بائبل کا تصور نبوت انبیاء کے بارے میں ان عمومی بیانات تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر انبیاء

کے نام لے کے بائبل ان کے کردار کو منفی ثابت کرنے میں لگی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے بائبل کے چند بیانات ملاحظہ ہوں:

۱۔ بائبل کے جز پیدائش کے مطابق نوح کاشتکاری کرتا تھا اس کا ایک باغ تھا ایک دن وہ اپنے ڈیرے پر شراب پی کر برہنہ ہو گیا جس پر اس کے بیٹے کنعان نے دوسرے بھائی سام کو صورت حال سے خبردار کیا اور دونوں نے مل کر باپ کو ڈھانپا جس پر باپ (نوح) نے کنعان کو بددعا دی (۴۵)۔

۲۔ اسی جز پیدائش کے مطابق لوط اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ ایک غار میں رہتا تھا۔ دونوں بیٹیوں نے باپ کو شراب پلائی اور پھر اس سے ہم آغوش ہوئیں اور حاملہ ہو گئیں دونوں کے ایک ایک بیٹا ہوا بڑی کے بیٹے کا نام لوآب اور چھوٹی کے بیٹے کا نام عمون تھا (۴۶)۔

۳۔ حضرت یعقوب (اسرائیل) کے بیٹے روبن نے اپنے باپ کے حرم بلہاہ سے بدکاری کی جس کا یعقوب (اسرائیل) کو علم تھا (۴۷)۔

۴۔ حضرت یعقوب کی بیٹی دینا آوارہ تھی جس کے ساتھ اس ملک کے امیر کے بیٹے سکم نے بدکاری کی (۴۸)۔

۵۔ حضرت یعقوب کے بیٹے یہوداہ نے اپنی بہو تمر سے زنا کیا جس سے دو بیٹے فارص اور زارح پیدا ہوئے۔ پیدائش ۳۸/۱۵-۲۵۔ حالانکہ بائبل کے مذکورہ حوالہ کے مطابق اس وقت زنا کی سزا مجرم کو جلانے کی تھی۔ یاد رہے کہ اسی ناجائز بیٹے فارص سے آٹھویں جگہ داؤد، نویں جگہ حضرت سلیمان اور حضرت داؤد سے ستائیسویں جگہ حضرت عیسیٰ ہوئے ہیں۔ دیکھئے متی ۱/۱......۱۵۔ اس سے بڑھ کر توہین نبی کیا ہو گی کہ اس کے آباء و اجداد میں ایک کو آپ زنا کی پیداوار ثابت کریں۔ جس گھر میں بیٹا بہو سے بدکاری کرے، بیٹی آوارہ ہو۔ دوسرا بیٹا باپ جو کہ نبی ہے کی حرم کی عزت سے کھیلے۔ ایسا گھرانہ کسی شریف کا کیسے ہو سکتا ہے کجا اس گھر کو یعقوب جیسے اولوالعزم نبی کا گھر بتایا جائے۔

۶۔ حضرت داؤد نے اپنے ہمسائے کی بیوی سے زنا کیا (۴۹)۔

۷۔ حضرت داؤد کے بیٹے ابی سلوم نے سب کے سامنے اپنے باپ کی حرموں سے ہم بستری کی (۵۰)۔

۸۔ حضرت داؤد کے مذکورہ بیٹے ابی سلوم نے اپنی بہن تمر سے زنا کیا (۵۱)۔

۹۔ بنی اسرائیل کے لیے حکم تھا کہ وہ غیر اسرائیلی عورتوں سے نکاح سے اجتناب کریں لیکن حضرت سلیمان اجنبی عورتوں (موآبیوں، عمون، ادومیوں، صیدائی اور حتی قبیلے کی) سے محبت کرنے لگا اس کی ان بیویوں نے اس کے دل کو خدا سے پھیر دیا۔ جس پر خداوند سلیمان سے ناراض ہوا اس ناراضگی کی وجہ سے خدا نے سلیمان کو بتا دیا کہ تیرے بعد تیری سلطنت تیرے خادم کو دے دوں گا یوں سلطنت تیرے خاندان سے چھن جائے گی (۵۲) یاد رہے کہ بائبل حضرت سلیمان کو ایک حکمران بتاتی ہے نبی نہیں۔

۱۰۔ موسیٰ نے اپنی قوم کے ذریعے مصر سے خروج سے قبل قوم فرعون سے زیوات اور کپڑے مانگے "سو انہوں نے مصریوں کو لوٹ لیا" (۵۳)۔

۱۱۔ جب اللہ تعالیٰ کے بلاوے پر موسیٰ کوہ طور پر گئے تو ان لوٹ کے زیورات سے حضرت ہارون نے عبادت کی خاطر قوم کے لیے ایک بچھڑا بنایا تب وہ کہنے لگے "اے اسرائیل یہی تیرا وہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا...... چنانچہ اس بچھڑے کی پوجا کی وجہ سے موسیٰ نے اپنی قوم کے لوگوں کے قتل کا حکم صادر کیا اور پھر بنولاوی نے موسیٰ کے حکم سے تین ہزار مردوں کو قتل کیا" (۵۴)۔

۱۲۔ بائبل کے مطابق سمسون نامی ایک نبی تھے جو کسبی عورتوں کے پاس جاتے تھے (۵۵)۔

نعوذ باللہ انبیاء کی طرف اس قسم کے گھناؤنے اخلاقی جرائم منسوب کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیلی معاشرے میں بدکرداری اور حرام کاری گھر کر گئی اور یہ اخلاقی زوال اس حد تک پہنچا کہ غیر اسرائیلی عورتوں کی قربت کی خاطر یہ لوگ توحید باری کو ترک کر کے بت پرستی تک کرنے لگے۔ بائبل کا بیان ہے:

"اسرائیلی حطیم میں رہتے تھے اور لوگوں نے موآبی عورتوں کے ساتھ حرام کاری شروع کر دی کیونکہ یہ عورتیں اپنے دیوتاؤں کی قربانیوں کی خاطر ان کو قربانیوں کی دعوت دیتی تھیں یہ لوگ ان کے ہاں جا کر دعوتیں کھاتے اور ان کے دیوتاؤں کے بتوں کو سجدے کرتے یوں اسرائیلی بعل فغفور کو پوجنے لگے تب خداوند کا قہر ان پر بھڑکا" (۵۶)۔ یاد رہے کہ یہودی قانون کے مطابق ان دونوں شرک کی سزا قتل تھی (۵۷)۔

یہودی حضرت موسیٰ کے دور کا ہو یا آج کا، دولت اس کی بنیادی کمزوری ہے آپ نے اوپر پڑھا ہے کہ غریب الدیاری کے اس وقت میں بھی سونے کی محبت ان کے دلوں میں اس قدر رچی بسی تھی کہ قبطی قوم کے زیورات تک لوٹ لائے تھے۔ آج بھی دنیا میں سونے کی تجارت پر یہودیوں کا پورا پورا کنٹرول ہے۔ امریکہ کا ریزور بینک جس کو امریکی کرنسی چھاپنے کا اختیار حاصل ہے وہ سولہ یہودی خاندانوں کی ملکیت ہے اور سونے کی تجارت میں دنیا میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ موجودہ دور کی طرح ماضی میں بھی دولت کی ہوس نے ان میں غریب کا مالی استحصال، زنا اور دیگر فسق و فجور کی برائیاں عام کر دیں تھیں۔ گویا اپنے ہاتھوں شروع کردہ اخلاقی دہشت گردی کا پہلا شکار یہ خود ہی بنے۔ اور اپنے معاشرے کو اخلاقی طور پر بالکل برباد کر لیا۔ چنانچہ اس معاشرے کی اخلاقی باختگی اور خود بائبل لکھنے والوں کی اخلاقی کم مائیگی کا اندازہ بائبل کی اس عبارت سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ جو بائبل میں حضرت سلیمان کے بعد آپ کی سٹیٹ کے دو حصوں میں بٹ جانے اور پھر ان دونوں حصوں میں اخلاقی زوال کو تمثیلی انداز میں یوں بیان گیا ہے:

''تب اس کی بدکرداری اعلانیہ ہوئی۔ اس کی برہنگی بے ستر ہوگئی۔ تب میری جان اس سے بیزار ہوئی جیسی اس کی بہن بے زار ہو چکی تھی تو بھی اس نے اپنی جوانی کے دنوں کو برباد کر کے.......... بدکاری پر بدکاری کی۔ سو وہ اپنے یاروں پر مرنے لگی جن کا بدن گدھوں کا سا بدن اور جن کا انزال گھوڑوں کا سا انزال تھا۔ اس طرح تو نے اپنی جوانی کی شہوت پرستی کو جبکہ مصر تیری جوانی کی چھاتیوں کے سبب سے تیرے پستان مسلتے تھے پھر یاد کیا''(۵۸)۔

مالی استحصال جہاں استحصالی طبقے کو دولت کی فراوانی کی وجہ سے بدکرداری کی طرف لے جاتا ہے وہاں اسے غریب کو مالی لحاظ سے مزید نچوڑنے پر بھی لگاتا ہے چاہے غریب مالی لحاظ سے پہلے ہی کتنا نچوڑا ہوا کیوں نہ ہو۔ یہودی معاشرے کی اس بداطواری کو بائبل کا جز عاموس یوں بیان کرتا ہے:

''خداوند فرماتا ہے کہ اسرائیل کے تین بلکہ چار گناہوں کے سبب سے میں اس کو بے سزا نہ چھوڑوں گا کیونکہ انہوں نے صادق کو روپیہ کی خاطر اور مسکین کو جوتیوں کے جوڑے کی خاطر بیچ ڈالا۔ وہ مسکینوں کے سر پر لگی گرد کا بھی لالچ رکھتے ہیں اور حلیموں کو ان کی راہ سے گمراہ کرتے ہیں اور باپ بیٹا ایک ہی عورت کے پاس جانے سے میرے نام کی تکفیر کرتے ہیں''(۵۹)۔ یعنی مالی استحصال کے ساتھ ساتھ مل کر زنا کی محفلیں بجتی تھیں۔

ہوس زر نے مزدوروں کی مزدوری کے تصور کا خاتمہ کر کے بے گار کو رواج دے دیا تھا۔عدالتیں ہوس زر کا شکار ہو کر انصاف فروخت کیا کرتی تھیں۔ بائبل کا جز یسعیاہ کہتا ہے: ''ان پر افسوس جو بے انصافی سے فیصلے کرتے ہیں۔ جو ظلم کو روبکاریں لکھتے ہیں تاکہ مسکینوں کو عدالت سے محروم کریں اور میرے لوگوں میں جو محتاج ہیں ان کا حق چھینیں۔ بیواؤں کو لوٹیں اور یتیم ان کا شکار ہوں (۶۰)۔

اس اخلاقی بدکرداری کی وجہ سے ہمسائیوں کی عزتیں باہم محفوظ نہ تھیں۔جس پر خدا کی طرف سے ان کو بڑی واضح دھمکی دیتے ہوئے کہا گیا: ''میں نے ان کو سیر کیا تو انہوں نے بدکاری کی اور پرے باندھ کر قحبہ خانوں میں اکٹھے ہوئے۔ وہ بہت بھرے گھوڑوں کی مانند ہو گئے ہر ایک صبح کے وقت اپنے پڑوسی کی بیوی پر ہنہنانے لگا (۶۱)۔اس قبیح اخلاقی جرم نے محرمات کا تصور تک ختم کر دیا تھا بائبل کا جز حزقی ایل کہتا ہے:

''تیرے اندر وہ ہیں جو فسق و فجور کرتے ہیں تیرے اندر وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنے باپ کی حرم شکنی کی۔انہوں نے اس عورت سے جو ناپاکی کی حالت میں تھی بھی مباشرت کی۔کسی نے دوسرے کی بیوی سے بدکاری کی کسی نے اپنی بہو سے بدذاتی کی اور کسی نے اپنی بہن اپنے باپ کی بیٹی کو تیرے اندر رسوا کیا تیرے اندر انہوں نے خونریزی کے لیے رشوت خواری کی تو نے بیاج اور سود لیا اور ظلم کر کے اپنے پڑوسی کو لوٹا'' (۶۲)۔

شہوت رانی کے لیے مصنوعی چیزیں ایجاد کی گئیں:

''تو نے اپنے سونے چاندی کے نفیس زیوروں سے جو میں نے تجھے دیئے تھے اپنے لیے مردوں کی مورتیں بنائیں اور ان سے بدکاری کی'' (۶۳) یہ مادی ایجادات کی انتہا تھی۔

اس دور کا میڈیا دولت کمانے کی خاطر ایسی بداخلاقی کے جراثیم معاشرے میں پھیلا رہا تھا جس کے نتیجے میں معاشرے کا خاندانی نظام تباہ ہو رہا تھا:

''بہت سے سرکش، بیہودہ گو اور دغاباز ہیں خاص کر مختونوں میں سے ان کا منہ بند کرنا چاہیے یہ لوگ ناجائز نفع کی خاطر ناشائستہ باتیں سکھا کر گھر کے گھر تباہ کر دیتے ہیں'' (۶۴)۔یہ اُس دور کے میڈیا کا کردار تھا یہی کردار آج کے مغربی میڈیا کا ہے۔

نسلی تفاخر، مذہبی تشدد اور اخلاقی باختگی کے عناصر ثلاثہ سے جنم لینے والی اس قوم کا ماضی قارئین نے مطالعہ کیا اور اگر آج کے عالمی منظر نامے کو بغور دیکھا جائے تو یہ تینوں عناصر آج کی پوری انسانی دنیا کو لپیٹے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس عالمگیر سوسائٹی کے دھارے کہاں سے مرتب کیے جائے ہیں، عالمی میڈیا پر ان کا کنٹرول ہے اس لیے میڈیا انسانیت کی ''اخلاقی تعمیر'' میں پوری تندہی سے کام کر رہا ہے۔

نسلی تعصب، مذہبی تشدد اور اخلاق باختگی کے عناصر خسیسہ سے ترتیب پانے والے اس ملک کا اندرونی ماحول کسی بھی لحاظ سے قابل فخر نہیں ہے، تعلیمی ماحول سے لے کر بازار اور سیاست ہر جگہ مذہبی تشدد پسندوں کا پورا پورا قبضہ ہے۔ چند شواہد ملاحظہ ہوں۔

یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ فلسطین کی مقدس سرزمین اس قوم پر خدا کا احسان ہے جس کی وجہ سے وہ قیامت کے دن جنت کے حق دار بنیں گے۔ چنانچہ اس بارے میں تالمود کا کہنا ہے:

> Among these who will inherit the world to come: who resides in the land of Israel and who rears his son in the study of the torah, whoever walks a distance of four cubits in the land of Israel's assured of being a son of the world to come(65).

اس مذہبی عقیدے کا نتیجہ یہ ہے کہ اسرائیل میں کسی بھی غیر اسرائیلی کے قیام کو مذہبی طور پر پسند نہیں کیا جاتا۔ آج اگر غزہ اور لبنان کے نہتے مسلمان یہودی بربریت کا نشانہ ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے۔ کل کو اس یہودی بربریت کا نشانہ وہاں کے عیسائی بھی بنیں گے۔ اسرائیل کے اکثر سیاسی و علمی حلقوں کا یہی ایمان ہے کہ اسرائیل میں غیر اسرائیلی کو مستقل قیام کا حق نہیں ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۲ء میں یروشلم میں ایک مجلسی مذاکرہ ہوئی جس کا موضوع تھا Is autonomy for resident aliens in the Holy land feasible? ''کیا مقدس سرزمین اسرائیل میں مقیم غیر یہودیوں کے لیے خود مختاری مناسب ہے۔ موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے پروگرام کے مرکزی مقرر ربی شلوموگورن (Shlomo Goran) جنہیں اسرائیلی وزیر اعظم بن گوریان نے اسرائیلی فوج کا چیف ربی مقرر کیا تھا کے الفاظ یہ تھے۔

"Autonomy is tastmount to denial of the jewish religion"(66).

سمپوزیم کا یہ موضوع اور اس پر معزز مرکزی مقرر کے مذکورہ جملے سے اسرائیلی معاشرے کے جذبات کا پوری طرح پتہ چل جاتا ہے تاہم یہودی معاشرے کے ان رجحانات کی عکاس وہ دہشت گردی یہودی تنظیمیں بھی ہیں جو اسرائیل میں سرگرم ہیں۔جن کا ایک مذہبی اور سیاسی وزن بھی ہے۔اور جس کی پشت پناہی یہودی معاشرے کی بااثر سیاسی و مذہبی شخصیات کررہی ہیں۔ان میں سے چند مشہور تنظیموں کا تعارف پیش خدمت ہے:

## ا۔ ہیریڈی(Haredi):

اسرائیل میں ہر سیاسی پارٹی اور مذہبی تنظیمیں اصولی طور پر تالمود کی تعلیمات کے مطابق ہی اپنی پالیسیاں اور لائحہ عمل بناتی ہیں اس وجہ سے اسرائیل کی کوئی پارٹی یہودی مذہبی تشدد سے ہٹی ہوئی ہو ممکن نہیں ہے۔لیکن ان میں نمایاں ترین (Huredim)ہیریڈم پارٹی ہے یہ جمع کا لفظ ہے جس کا واحد ہیریڈی ہے۔عبرانی میں اس لفظ کا معنی ہے''خدا سے ڈرنے والے'' کے ہیں۔یہ پارٹی ۱۹۸۸ء کے انتخابات کے نتیجے میں زبردست کامیابی حاصل کر کے منصۂ شہود پر آئی۔یہ تنظیم نظام تعلیم کے ذریعے تشدد کو تعلیم دیتی ہے اس کے اپنے تعلیمی ادارے یشواوت(yeshivot) ہیں۔جو یہودیوں میں روشن خیالی (enlightenment) کی تحریک شروع ہونے سے پہلے کے تعلیمی نظام کا تسلسل ہیں۔یہ تعلیمی ادارے (Hedere) بھی کہلاتے ہیں۔ان اداروں میں صرف مذہبی تعلیم دی جاتی ہے اور جدید سائنسی علوم نہیں پڑھائے جاتے۔ اس ادارے کے ابتدائی درجات کو یشوا اور اعلیٰ تعلیمی درجے کو کولیل (Kollel) کہا جاتا ہے۔بالکل اسی طرح جس طرح ہمارے مذہبی مدارس میں عالیہ اور عالمیہ کی سندات ہوتی ہیں۔کولیل میں نمایاں ترین کامیابی حاصل کرنیوالے طالب علم کو پھر یشوا یا کولیل کا سربراہ بنایا جاتا ہے۔کولیل میں صرف تالمود کا مطالعہ کرایا جاتا ہے پھر بائبل کی پہلی پانچ کتابوں اسفار موسیٰ کی تعلیم ہوتی ہے۔روزانہ ایک گھنٹہ اخلاقیات کی تعلیم پر زور دیا جاتا ہے۔ہیریڈی اس بات پر پورا یقین رکھتے ہیں کہ ان کے تعلیم وتعلم کی وجہ سے اسرائیل پر اللہ رحمت نازل کرتا ہے۔یہ لوگ اپنی ابتدائی تاریخ کے حوالے سے تعلیم پر معاوضہ کو گناہ سمجھتے تھے اور اپنی روزی محنت مزدوری کر کے کماتے تھے اور حوالے کے طور پر موسیٰ بن میمون (۱۲۰۴) جو کہ یہودی تاریخ کا مشہور فلسفی ہے کا یہ جملہ بطور حوالہ بیان کرتے تھے:

"Love labor and hate the rabbisater. All torah not accompanied by labor will be nullified and end of such a person will be that he will rob

the people".(67)

لیکن روشن خیالی کی تحریک کے بعد اب اس تنظیم نے لوگوں سے چندے لینے شروع کر دیئے ہیں۔ یہ تنظیم مذہبی لحاظ سے نہایت متشدد ہے۔ چنانچہ اس تنظیم کے مطابق نام نہاد ہولوکاسٹ (جس میں یہودی روایات کے مطابق ہٹلر نے ساٹھ لاکھ یہودی قتل کیے تھے) کا مکمل الوہی جواز موجود تھا اور اس کی وجہ روشن خیال (enlightment) کی وہ تحریک تھی جس کی وجہ سے بعض بنیادی مذہبی چیزوں کو خیر باد کہہ دیا گیا تھا۔

ڈووالبام (Dov Albaum) اسرائیلی صحافی نے فروری ۱۹۹۶ء میں ایک مضمون لکھا جس میں اس نے اسی بات پر زور دیا کہ:

"That the land of Israel belongs only to Haredin and secular jews and palestinians should leave it"(68)

یہ تنظیم حلال خوری پر بڑا زور دیتی ہے جسے وہ کشروت (Kashrut) کہتے ہیں۔

ایک اسرائیلی اخبار ہارتز (Haaretz) ایک ہیریڈی رائٹر یوئیل مارکس (Yoel Markus) لکھتا ہے:

''ہر وزیر اور کابینہ کے رکن کے ساتھ ایک کل وقتی کشروت (Kashrut) انسپکٹر ہونا چاہیے جو اس بات پر نظر رکھے کہ یہ لوگ کشروت غذا ہی استعمال کرتے ہیں اور اس امر پر نظر رکھا جانا ضروری ہے کہ کہیں عورتیں اپنے خاوندوں کے ساتھ ایام ماہواری میں تو ہم بستر تو نہیں ہو رہیں''۔(۶۹)۔

ایک ہیریڈر بی اوویڈا یوسف (Ovadia Yoseph) نے یہودیوں اور غیر یہودیوں کے باہمی تعلقات کے بارے میں (Question and Answer- Statement) کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں کچھ سوالات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ ان میں ایک سوال یہ بھی اُٹھایا گیا ہے کہ کیا ایک یہودی بوقت ضرورت (بیماری، حادثہ وغیرہ) غیر یہودی کا خون لگوا سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب نفی میں دیتے ہوئے ربی موصوف اس پر استدلال یوں دیتے ہیں:

"Blood that comes from ferbidden (that is non-kosher) foods may cause a negative effect upon to jewish recipients"(70).

## ۲۔ گش ایمونم (Gush Enunim)

یہ اسرائیل کا دوسرا بڑا متشدد مذہبی گروپ ہے جس کا بانی ربی ابراہام یتزاک کک (Rabbi Abraham

(Yitzakak Kook) (۱۹۳۵ء) تھا۔ یہ صاحب فلسطین کے چیف ربی اور سیاسی لحاظ سے جمہوریت کے حامی تھے۔ ان کو الوہی روح کا حامل سمجھا جاتا تھا۔ اسرائیل کی مشہور سیاسی پارٹی نیشنل ریلیجیس پارٹی (N.R.P) اس کے نظریات کی علمبردار ہے اس پارٹی کو اسرائیل کی موجودہ اسمبلی کی ۱۲۰ نشستوں میں سے نو حاصل ہیں۔ اس پارٹی کا موجودہ لیڈر ربی ووی یہودا کک کی ینگر (Rabbi Tzvi Yehuda Kook) ہے جو ابراہام کا بیٹا ہے۔ ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیل کی شکست کے ردعمل میں کک کے نظریات کی علمبردار اس تنظیم کو زیادہ پذیرائی ملی۔ اس تنظیم کی سیاسی سرگرمیوں کے درج ذیل پہلو قابل غور ہیں:

ا۔ یہ تنظیم زیادہ سے زیادہ یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرنا چاہتی ہے۔ ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کا اسرائیلی ہیرو موشے دایان یہودی آبادی کے سلسلے میں عربوں کے جذبات کا کچھ احساس کرتا تھا۔ اس نے عرب زمینداروں سے وعدہ کیا کہ ان کی زمینوں پر قبضہ کر کے یہودیوں کو نہیں بسایا جائیگا جس پر اس تنظیم نے ۱۹۷۴ء میں اسرائیل میں زبردست مظاہرے کیے جن میں موشے دایان سمیت امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا (۷۱)۔ وزیر اعظم یتزاک رابن (۱۹۷۷ء) نے ان مظاہروں پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا جس کے نتیجے میں اس کو جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔ اس قتل کے لیے فضا ہموار کرنے میں گش ایمونم کے چیف ربی موشے لیونجر (Moshe Levinger) نے بڑا کام کیا اس نے رابن کو یہودیوں کے خلاف مخبری کا مجرم قرار دیا:

> "Influential Rabbis such as Gush Amanim leader Rabbi Moshe Levinger publicaly denounced as informer Rabin(72)

رابن کے قتل کو ہلاکا کے دو قوانین کے تحت جائز قرار دیا گیا۔ یہ دونوں قوانین ماضی میں بھی یہودیوں نے یہودیوں کے خلاف استعمال کیے تھے یہی دو قوانین کو رابن کے قاتل یگال امیر (Yigal Amir) نے اپنے اس فعل کے جواز میں بطور دلیل پیش کیے تھے۔ وہ دو قوانین یہ ہیں:

(i) پہلا قانون ہر یہودی کو کسی ایسے یہودی کے قتل یا زخمی کرنے کی اجازت دیتا ہے جو کسی یہودی کو قتل کرنے یا زخمی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

(ii) دوسرا قانون ہر یہودی کو حکم دیتا ہے کہ وہ کسی ایسے یہودی کو قتل یا زخمی کرسکتا ہے جو غیر یہودیوں کو یہودی املاک

کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کا مجرم ہو۔ رابن کے قتل کے سلسلے میں انہی دو اصولوں کا زبردست پرچار کیا گیا:

"During the long period of incitement preccding the Robin assassination many Haredi and messinic writers applied these laws to Robin and other Israieli leaders(73).

## ۲۔ ایشکینازم (Asskenazim)، سیفرڈیم (Sephardim)

اسرائیل میں باہر سے آکر بسنے والے یہودی کئی متعدد گروہوں میں تقسیم ہیں۔ ان میں دو گروپ ایشکینازم اور سیفرڈیم ہیں۔ ایشکینازم وہ یہودی ہیں جن کے آباءواجداد جرمنی، فرانس، روس، پولینڈ، رومانیہ، ہنگری، شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ، افریقہ اور آسٹریلیا سے آکر اسرائیل میں آباد ہوئے ہیں۔ اور سیفرڈیم وہ یہودی ہیں جن کے آباء واجداد سپین، پرتگال، مراکش، ترکی، شمالی افریقہ کے ملکوں اور بحیرہ روم کے علاقوں سے آکر آباد ہوئے ہیں۔ ان دونوں فرقوں کے درمیان تناؤ کا یہ عالم ہے کہ:

(i) ایشکینازی کسی بھی ایسی چیز کے کھانے سے انکار کرتے ہیں جو غیر ایشکینازی ربیوں کی نگرانی میں تیار ہوئی ہو جبکہ سیفرڈی ایشکنازیوں کی چیز کھالے گا۔

(ii) سیفرڈی اپنے علاوہ ایشکنازیوں سے شادی بیاہ اور ان سے میل جول کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو خالص یہودی تصور کرتے ہیں۔ ۱۹۶۰ء تک بزرگ سیفرڈی اپنے نام کے ساتھ ''خالص ہسپانوی'' (Pure Spanish) لکھتے تھے۔ چنانچہ یہودی تاریخ کا مشہور فلسفی موسی بن میمون ۱۲۰۴ء سیفرڈی لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے:

"Guard your soul by not looking into books composed by Ashkenazi Rabbi.... You may soon should stay only in the pleasant company of our sephardi brothers, who are called the man of Andalusia".(74)

تعلیم وتعلم کے لیے قائم کی گئی درسگاہ یشووت (Yeshiva) کی ربیت ایشکناریوں کے لیے مخصوص ہے۔ یشوا میں نچلے درجے تک کی تعلیم انہی سے منسوب ہے۔ مشرقی یہودیوں کو یہ منصب نہیں دیا جاتا اس مفروضہ کا محرک یہ ہے کہ

مشرقی یہودیوں کو ذہنی طور پر ناپختہ سمجھا جاتا ہے۔ یہودیوں میں جادوگری بھی زوروں پر ہے۔۱۹۹۲ء میں ربی شاک اور ربی یوسف کے پیروکاروں میں یہ جنگ چھڑی رہی یہ دونوں سیفرڈی گروپ کے لیڈر تھے اس گروپ کی مدد سے گولڈا میئر وزیراعظم اسرائیل بنی تھیں۔ ایشکنازیوں کے ایک بڑے گروپ نے جسے گرہسیڈیس (Gur Hassids) کہا جاتا تھا نے فتویٰ دیا کہ ۱۹۷۳ء کی جنگ ہم نے اس وجہ سے ہاری تھی کہ ہم نے ایک خاتون کو وزیراعظم بنالیا تھا۔ یہ نہی بلکہ سیفرڈی جو شاس (Shas) بھی کہلاتے ہیں کو عبادت گاہوں میں خوفزدہ کیا جاتا اور مارا جاتا ہے۔ سیناگاگز میں یہ تناؤ اس قدر زیادہ تھا کہ اسرائیل کے وزیرداخلہ یتزاک ڈیری (Yitzhak Deri) نے ایشکنازی یشوا سے اپنے بچے نکال لیے۔ خود ڈیری (Deri) بھی اس ذلت کا نشانہ بنتے رہے۔

## ۳۔ کبد ہیسیڈی (Chabad Hasside)

مقبوضہ علاقوں میں آباد ہونے والے یہودیوں میں یہ ایک مذہبی متشدد گروپ ہے۔ باروک گولڈسٹائن (Baruch Goldstein) جو بے شمار فلسطینی مسلمانوں کا قاتل تھا۔ اسی گروپ سے تھا۔ یہ شخص آرمی ڈاکٹر تھا اور آرمی میں موجود غیر یہودی سپاہیوں کا علاج نہیں کرتا تھا ایک دفعہ یہ اس کی شکایت اس کے کمانڈر کو کی گئی جس پر اس نے وضاحت مانگی تو اس نے کہا:

> "That his religious faith would make it impossible for him to treat wounded or ill Arabs".(75)

یہی نہیں بلکہ غیر یہودی کے لیے Killing، Murder اور Madsacre جیسے الفاظ کی بجائے deed، Event اور occurance جیسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہودی مذہبی قانون (Halacha) کے مطابق غیر یہودی کے قتل پر Murder کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔

> "The reason is that according to the Halacha the killing by jew of a non-jew under any circumstances is not regarded as murder".(76)

۴۔ اسرائیل کے متشدد ترین گروہوں میں سے ایک اور گروہ ''ہارڈیلم'' (Hardelim) کے نام سے ہے یہ لوگ عربوں اور غیر یہودیوں سب سے نفرت کرتے ہیں۔ ۱۹۹۳ء کے معاہدہ اوسلو جس میں اسرائیل اور فلسطینی آمنے سامنے دوبدو بیٹھ کر اس معاہدے میں شریک ہوئے اور جس نے فلسطین کے مسئلہ کو عربوں کی حمایت سے

محروم کردیا۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اوسلو معاہدہ کر کے حکومت اسرائیل نے مقدس مشن یعنی عالمگیر اسرائیلی حکومت کا قیام، سے غداری کی ہے اس کے بعد سے یہ لوگ اسرائیل کو مقدس ریاست تسلیم نہیں کرتے:

"They became convinced that the Government and therefore the state, in accepting also had betrayed its sacred mission".(77)

## یہودی قوم کی تاریخ:

اسرائیلی معاشرے میں متشدد گروہوں کی موجودگی ایسی نہیں ہے جو اچانک اُبھر کر سامنے آ گئی ہو اور جن کا ان کی تاریخ سے کوئی تمدنی تعلق نہ ہو۔ یہ تشدد و دہشت گردی ہر دور میں یہودی معاشرے کا حصہ رہی ہے۔ جس کی کچھ تفصیلات ہم اسرائیل شاہق کی کتاب (Jewish Fundamentalism in Israel) سے پیش کرتے ہیں۔ شاہق کی یہ کتاب تشدد کے لحاظ سے اسرائیلی تاریخ اور موجودہ اسرائیلی معاشرے میں تشدد کا بیان ہے۔ اس سلسلے میں اس کتاب کا ساتواں باب بڑا اہم ہے جس کا عنوان (The religious background of Rabis assassination) ہے۔ اس باب کی ابتداء اس جملے سے ہوتی ہے۔

"Jewish history has been replete with religious war or rebellins accompanied by civil war in which horrifying assassination were commited".(78)

آگے ۳۶ صفحات پر شاہق یہودی تاریخ کا مذہبی تشدد تفصیل سے علاقوں کی تقسیم کے لحاظ سے بیان کرتے ہیں۔ جس کی ابتداء رومنوں کے خلاف یہودی بغاوت سے شروع کرتے ہیں جس کے نتیجے میں ٹائٹس (۶۶-۷۳ء) رومی نے حملہ کر کے تمام یہودیوں کو فلسطین سے نکال کر ہیکل کو زمین بوس کر دیا تھا۔ ٹائٹس (۶۶-۷۳ء) کے حملے کے نتیجے میں مسادا* (Masada) کے لوگوں نے اجتماعی خودکشی کی تھی۔ مسادا کے یہ لوگ (Sikarikin) کہلاتے تھے جو اپنے لباس کے اندر چھوٹے چھوٹے خنجر چھپا کر رکھتے تھے اور اپنے مخالف یہودیوں کو قتل کرتے تھے اور خودکش حملے بھی کرتے تھے۔ شاہق ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ آج کے دہشت گردوں سے مشابہت رکھتے تھے:

*مسادا جنوب مشرقی اسرائیل کا ایک شہر اس میں یہاں ایک قلعہ تھا جس کا کامیاب دفاع کرنے کی بجائے یہودیوں نے یہاں اجتماعی خودکشی کر لی تھی۔ یہاں اب نیشنل پارک ہے۔

"Actually the Sikarikin were an ancient jewish analogue to moden-day terrorists. Their suicide activity resembled the terrorist behaviour of the sucide bombers".(79)

سکارکین نے تھوڑی دیر کے لیے رومیوں کی پیش قدمی روک دی اور اپنے میں سے ایک جس کا نام ''میناہیم'' (Menahem) تھا کو بادشاہ بنالیا لیکن یروشلم کے یہودیوں نے ان پر حملہ کر دیا اور ٹیمپل کے اندر میناہیم سمیت اس کے سب ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ باقی سکارکین مسادا کو فرار ہو گئے ان لوگوں نے پھر رومنوں کے خلاف دفاع کرنے کی بجائے باہم قتل وغارت گری اور لوٹ مار کرتے رہے۔

یہودیوں کی آزادی ختم ہونے کے باوجود بھی یہودیوں میں مذہبی دہشت گردی جاری رہی۔ ۷۰ء میں ٹائٹس کے حملے سے لے کر موجودہ اسرائیل کے قیام تک یہ قوم جلاوطنی کی زندگی گزارتی رہی۔ دربدر دھکے کھاتے رہی لیکن اس بے خانمائی کے دور میں مذہبی تشدد ان میں پوری طرح حکمران رہا ہر کمیونٹی وہ خواہ کسی علاقے یا ملک میں ہو اس کا سربراہ ربی ہوتا تھا۔ یہ ربی ہر قسم کے فیصلے کرتے تھے اور معمولی معمولی مذہبی احکام کی خلاف ورزی پر سخت سزائیں دیتے تھے۔ اس عرصے میں یہودیوں کے مقابلے میں غیر یہودیوں کو ترجیح دینا ناقابل معافی جرم تصور کیا جاتا تھا چنانچہ اس دور کی منظر کشی یروشلم یونیورسٹی میں شعبہ تاریخ کے پروفیسر (Yisrael Bartal Began) کے حوالے سے شاحق ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"Even in the nineteenth century the descriptions of how jews lived are filled with violent battles that after took place in the synagogues of jews beating other jews in the streets or spitting on them of the frequent cases of pulling out of breads and of number of murders".(80)

گیارہویں سے سولہویں صدی تک یہودی تاریخ تشدد کی خوفناک تاریخ ہے۔ اس سلسلے میں شاحق ایک اور ربی سمہا آصف (Simha Asaf) کی کتاب (The Punishments after the talmud was finalized) کا ذکر کرتے ہیں جو یہودی تشدد کی تاریخ کی معتبر ترین کتابوں میں سے ہے۔ عورتیں بھی اس تشدد سے محفوظ نہ تھیں۔ چنانچہ ربی آصف لکھتا ہے کہ سپین میں ایک یہودی عورت کسی مسلمان سے حاملہ ہوگئی جس پر ورثا نے Rabena Asher سے اس سلسلے میں فتویٰ پوچھا تو اس نے کہا کہ اس کی ناک کاٹ دی جائے اور یہ کام اتنی جلدی کیا جائے کہ اس کو کہیں توبہ کی توفیق نہ مل جائے (۸۱)۔

اس طرح شاہق ابن میمون (۱۲۰۴ء) کی کتاب (Laws of the murder and of taking precaution) کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ربیوں کی عدالت سے بڑی خوفناک سزائیں دی جائیں مثلاً ''مجرم کو ایک بند کوٹھڑی میں رکھ کر بہت تھوڑی روٹی اور بہت تھوڑا پانی دیا جاتا تھا حتیٰ کہ اس کی آنتیں سوکھ جاتیں تب انہیں جو کھلائے جاتے تاکہ ان کے پیٹ پھٹ جائیں (۸۲)۔

شاہق لکھتے ہیں کہ موسیٰ بن میمون اپنی کتاب (Laws of Mourning) میں لکھتا ہے کہ مذہبی احکام پر عمل نہ کرنے والے، مقدس تعطیلات کا احترام نہ کرنے والے، سینا گاک نہ جانے والوں اور دوسرا مذہب اختیار کرنے والوں، اور مخبروں کی موت کا سوگ نہیں منانا چاہیے ان کی موت پر ان کے رشتہ داروں کو خوشیاں منانی چاہئیں سفید لباس پہننا چاہیے تاکہ خدا کے دشمن سے نفرت کا اظہار ہو سکے۔

شاہق بیان کرتے ہیں کہ مشہور یہودی ادیب پریز (Peretz Smolonskin) نے ایک ناول ''گدھے کی تدفین'' (Ass Burial) کے نام سے لکھا یہ ناول اب بھی پڑھا جاتا ہے۔ جس کا مرکزی خیال ایک دیہاتی یہودی تھا جس کا اپنے علاقائی ربی سے جھگڑا ہو جاتا ہے جس پر ربی اس کو کافر قرار دیتا ہے اور ایک کرائے کے قاتل کے ذریعے اس نوجوان کو قتل کرا دیتا ہے اور پھر اس نوجوان کو گدھے کی تدفین والی رسم کے مطابق دفنایا جاتا ہے (۸۳)۔

ربی آصف بیان کرتا ہے کہ بارسلونا کے مشہور ربی بن ایڈریٹ (Ben Aderet) کہتا ہے کہ مقامی ربی بزرگوں کے مشورے سے کسی بھی ایسے یہودی کو جس نے کسی ربی کی توہین کی ہو کوڑے مارنے، ہاتھ پاؤں کاٹنے یا قتل کی سزاء دی جا سکتی ہے (۸۴)۔

جرمنی، پولینڈ اور ۱۵۶۹ء کے بعد پولش لیتھونیا میں یہودیوں کو قدرے آزادی تھی ہر یہودی کمیونٹی کا اپنا زندان اور عقوبت خانہ ہوتا تھا جو کنیہ (Kuneh) یا یادیش (Yiddish) کہلاتا تھا۔

جہاں مجرم کو سزا دینے کے لیے لوہے کی صلیب سے اس کے بازو باندھ دیئے جاتے۔ سینا گاگ جانے والے لوگ اس کے منہ پر تھوکتے اور اس کے منہ پر طمانچے مارتے۔ کوڑوں کی سزا صبح کے وقت بائبل کی تلاوت کے ساتھ دی جاتی (۸۵)۔

ربی آصف نے روس میں ۱۸۸۱ء کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مشہور ہیسیڈی کی قبر پر آنے والے لوگوں کو دوسرے ہیسیڈی زدوکوب کرتے تھے ایک موقعہ پر یہ اختلافات بلوؤں کی شکل اختیار کر گیا اور جن میں بہت سے ہیسیڈی مارے گئے۔ طاقتور کے ظلم سے بچنے کے لیے کمزور گروپ نے روسی افواج کی مدد حاصل کی (۸۶)۔

ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ یہودیوں کے خلاف مخبری کی سزا قتل ہے۔ چنانچہ روس میں زار روس کے دور میں سینکڑوں یہودی اس بنا پر مارے گئے کہ ان پر مخبری کا شبہ تھا۔ مخبری ثابت نہ تھی۔ اسی طرح روس میں ایک مشہور ہیسیڈی لیڈر

تھا۔ یہ یہودی قانون کا سب سے بڑا مظہر تھا۔ یوکرائن میں اس نے متعدد مخبروں کو سخت سزائیں دلوانے میں اہم کردار سرانجام دیا۔ متعدد لاشیں اس حال میں برآمد ہوئیں کہ ان کے اعضاء کاٹ دیئے گئے تھے۔ بعض کو سینا گاگ میں گلا گھونٹ کر مارا گیا تھا۔ بعض کو مار کر کمیونٹی کے حماموں میں جلا دیا گیا۔ پولیس کی تفتیش سے واضح ہوا کہ یہ تمام واردات مذہبی عدالتوں کے فیصلے کی بنیاد پر کی گئی ہیں۔ یہ تمام تفصیلات بیان کر کے شاہق لکھتے ہیں:

"Prę modern judaism was characterized by many cases of inter-jewish violence of which the few cases mentioned abave are merely representive".(87)

نیز شاہق لکھتے ہیں:

''گذشتہ ۱۵۰۰ سال کی تاریخ بتاتی ہے کہ یہودیوں نے پیورم کے موقع پر حضرت عیسٰی کو مصلوب کرنے کی نقل اُتارتے ہوئے بے شمار عیسائیوں کو قتل کیا ہے۔ یہودی گھرانوں میں سفاکانہ قتل کی وارداتیں ہوچکی ہیں۔ مخبروں پر خفیہ مذہبی عدالتوں میں مذہبی وجوہات کی بنا پر مقدمے بنائے گئے ہیں۔ ان خفیہ عدالتوں کی سزائیں یہ جلد عمل درآمد کرتے تھے۔ زناکار عورتوں کو ربیوں کے حکم سے سیناگاگ میں قتل کیا جاتا تھا یا ان کی ناکیں کاٹ دی جاتیں تھیں''(۸۸)

ان تمام مصدقہ تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ پورے عالم انسانیت میں بڑھتی ہوئی موجودہ علاقائی، لسانی، اخلاقی، معاشی، مذہبی اور ریاستی دہشت گردی کے رشتے یہودی تہذیب سے جاجڑتے ہیں۔ اس بات کی تائید کینتھ اٹکسن (Kenneth Atkinson) کے اس بیان سے بخوبی ہوتی ہے وہ کہتے ہیں:

"Becouse Judaism has existed for thousend years. It has developed a distinctive Culture. Judaism contributions to contempary American and World Culture are immense. Western Civilization adoptedthe Jewish ethical System as found in Tanakh. (89)

اس تہذیب کے سائے میں پروان چڑھنے والی یورپی وامریکی مذہبی برتری اور سیاسی کجکلاہی نے بلاتمیز مذہب و نسل ایک ذہنی کرب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس صورت حال میں مغربی تہذیب کا انجام بھی وہی ہوگا جو ماضی میں یہودی تہذیب کا ہو چکا ہے۔

# حواشی وحوالہ جات


1. Bettany G.T. Encyclopedia of World Religions, P. 2, Bracken Books London.1948.
2. Nigosian. S. A, World Religions, A historical approach, P. 4,5, Bedford/st. Mortin's Bosti, New York, Third Edition.2000
3. Gvod news bible, New Testament mathew. 21/22, London 1979.
4. Hantington, Samuel. P., The clash of civilizations, remaking of world order, p. 54, touchstone reckefeller certen New York, U.S.A 1996.
5. Daryabadi, Abdul Majd, Maudana, Tafsir-ul-Qur'an. 1/36, Darul-Ishaat, Karachi.
6. Gundry, W.D, Religions. p. 6.
6. Abraham Cohen, Evoryman's talmud, p. 59, Schocken Books, New York, 1995.
8. Ibid:61.
9. Ibid:60.
10. Ibid:63
11. Gvod News Bible, Old testament, Zechariah, Chap. 9.
12. Talmud, p. 354.
13. Ibid:p. 353.
14. Ibid:p.125.
15. Ibid:p.371.
16. Ibid:p.381.
17. Ibid:p.66.
18. Ibid:p.209.
19. Ibid:p.61.
20. Ibid:p.66.
21. Webster's new dictionary and theasurus, p. 128, Winder court, New York, USA.
22. The Worldbook Encyclopedia, 19/178, world book childcraft international.

۲۳۔ عہد نامہ قدیم، گنتی، ۳۱/۱.....۲۴ ملخصاً۔

۲۴۔ عہد نامہ قدیم، استثناء، ۷/۱.....۱۰۔

۲۵۔ ایضاً، یشوع، ۱/۲۱.....۲۲۔

۲۶۔ ایضاً، ۸/۱۰.....۲۵۔

۲۷۔ ایضاً، اسموئیل، ۲۷/۷.....۱۰۔

۲۸۔ ایضاً، مقناة، ۱۵/۴.....۵۔

۲۹۔ ایضاً، ۱۵/۱۵.....۱۶۔

۳۰۔ ایضاً، اسموئیل، ۱۸/۲۰.....۲۲۔

۳۱۔ ایضاً، قضاة، ۱۲/۶.....۔

۳۲۔ ایضاً، سلاطین، ۱۶/۷.....۸؛ عاموس، ۵/۱۰.....۱۵۔

۳۳۔ ایضاً، سلاطین، ۹/۱.....۱۰۔

۳۴۔ ایضاً، تواریخ، ۲۴/۲۰.....۲۲۔

۳۵۔ عہد نامہ جدید، رقس، ۶/۲۵.....۲۶۔

۳۶۔ ایضاً، متی، ۲۷/۲۰.....۲۶۔

۳۷۔ مودودی ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ۱/۲۱۸، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۰ء۔

38. Sehonfield, Hugh, J, The passover plot, P. 11, The Disinformation company Ltd., New